



E-Content

Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India

Subject / Course - B.A 2nd Year Islamic Studies

Paper : Uhde Khilafate Rashida aur Bano Ummaiyah (Block 1)

Module Name/Title : Khilafate Rashida aur Uski khususiyat Part1 (Interview)



DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Dr Md Arshad & Dr Md Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr. Md Imtiyaz Alam



Instructional Media Centre
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
T.S. India



اکائی - 1 : خلافت راشدہ اور اس کی خصوصیات

اکائی کے اجزاء

- 1.1 مقصد
- 1.2 تمہید
- 1.3 خلافت: معنی اور مفہوم
- 1.4 خلافت: دائرہ اختیار
- معلومات کی جانچ
- 1.5 خلافت راشدہ کا ارتقاء
- معلومات کی جانچ
- 1.6 خلافت راشدہ کا نظم و نسق
- معلومات کی جانچ
- 1.7 خلافت راشدہ کا معاشرہ
- معلومات کی جانچ
- 1.8 خلافت راشدہ کی خصوصیات
- معلومات کی جانچ
- 1.9 خلاصہ
- 1.10 نمونے کے امتحانی سوالات
- 1.11 سفارش کردہ کتابیں

1.1 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ خلافت کے معنی و مفہوم اور دائرہ اختیار کو اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ مزید برآں خلافت راشدہ کے ادارے کے ارتقاء، خلافت راشدہ کا نظم و نسق، خلافت راشدہ کا اسلامی معاشرہ اور خلافت راشدہ کی خصوصیات بھی اچھی طرح طلبہ کے ذہن نشین ہو جائیں گی۔

1.2 تمہید

اس اکائی میں خلافت کے معنی و مفہوم کو بیان کرتے ہوئے، خلافت کے دائرہ اختیار کو بیان کیا جائے گا۔ خلافت راشدہ کا ادارہ کیسے وجود میں آیا، خلفاء راشدین کا انتخاب کن طریقوں سے عمل میں آیا، اس پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔ نیز خلافت راشدہ کے دوران اسلامی ریاست کا نظم و نسق کیسا تھا، مسلم معاشرے کی صورت حال کیا تھی اور خلافت راشدہ کن خصوصیات کی حامل تھی ان سب چیزوں سے بحث کی جائے گی۔

1.3 خلافت: معنی اور مفہوم

لغت میں خلافت کے معنی پیچھے آنے کے ہیں۔ اسی سے خلیفہ کا لفظ نکلا ہے، جس کے معنی جانشین اور نائب کے ہوتے ہیں۔ اصطلاح میں خلافت اس جانشینی یا نیابت کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے اصحاب (ساتھیوں) اور دوسرے مسلمانوں نے کی۔ خلافت راشدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دور کو کہتے ہیں جس میں آپ کے چار اصحاب (سیدنا حضرت ابوبکرؓ، سیدنا حضرت عمرؓ، سیدنا حضرت عثمانؓ، سیدنا حضرت علیؓ) نے آپ کی جانشینی اس طرح کی کہ انہوں نے خود کو زیادہ سے زیادہ آپ کے اسوے اور نمونے پر قائم رکھا، اسی لئے اسے خلافت علی منہاج النبوة بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ خلافت نبوی کے طریقے پر قائم تھے۔ خلافت راشدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد 30 برس تک قائم رہی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیاء اور پیغمبر سیاست کرتے تھے، جب ایک پیغمبر کی وفات ہوتی تو دوسرا پیغمبر پیدا ہوتا تھا، لیکن پیغمبری اب ختم ہو گئی، تم میں خلفاء ہوں گے (بخاری و مسلم)۔“

1.4 خلافت: دائرہ اختیار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں رہے مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور و معاملات ان کے ہاتھ میں رہے۔ آپ کے بعد جب خلافت کا ادارہ قائم ہوا تو اس کے دائرہ کار میں بھی مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور و معاملات کی انجام دہی شامل ہوئی۔ خلافت کی ذمہ داری میں ارکان اسلام مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر (اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا)، جہاد، قاضیوں کا تقرر،

سزاؤں وغیرہ کا نفاذ اور وعظ و نصیحت اور تعلیم جیسے سبھی امور شامل تھے۔ خلفاء راشدین نے یہ تمام امور بہترین طریقہ پر انجام دیے۔

معلومات کی جانچ:

- 1- خلافت کے معنی بیان کیجیے؟
- 2- خلافت کے دائرہ کار میں کون سے امور و معاملات آتے ہیں؟

1.5 خلافت راشدہ کا ارتقاء

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول 11 ہجری (مطابق 20 جون 632ء) کو اس دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ آپ نے اپنے بعد واضح طور پر کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا۔ صحابہ کرام پر پہلے تو آپ کی وفات کی خبر ہی بجلی بن کر ٹوٹی اور جب وہ اس صدمہ سے ابھرے تو آپ کی تجہیز و تکفین کے کام میں مشغول ہو گئے۔ البتہ ان کے ذہن میں یہ سوال تھا کہ اس نئی ملت کا جس کی تشکیل آپ نے پچھلے 23 برسوں میں کی تھی اب کیا بنے گا اور اب کون اس کشتی کا کھیلون ہار ہوگا؟ یہ سوال اجتماعی طور پر سب سے پہلے انصار مدینہ میں سے بنو نزرہ کی چوپال میں اٹھا جو سقیفہ بنی ساعدہ (بنو ساعدہ کی چوپال) کہلاتی تھی۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے مسئلے نے سنجیدہ گفتگو اور بحث کی صورت اختیار کر لی۔ معاملے کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے بعض اصحاب نے اس اجتماع کی خبر مہاجرین مکہ کے اکابر کو بھی دی کیونکہ اب تک اس میں صرف انصار مدینہ ہی شریک تھے۔ اس خبر کے بعد مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ جیسے اکابرین بھی اس اجتماع میں شرکت کے لیے پہنچے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں اس وقت زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ انصار یا مہاجرین! انصار مدینہ خود کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے تھے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے یہاں پناہ دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی اور اسلام کو پورے عرب میں غالب کرنے کی ان کی مہم میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ انصار کی دلیل سننے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے، انہوں نے ان کی تمام قربانیوں اور خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مہاجرین کے حق کی افضلیت بیان کی کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے انصار سے بہت پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ انتہائی سخت حالات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا، یہاں تک کہ اس راستے میں انہوں نے اپنا گھر بار، وطن اور عزیز اقرباء سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد انصار نے اس پر مصالحت کرنی چاہی کہ مسلمانوں کے دو امیر بنا لیے جائیں، ایک انصار میں سے ہو اور دوسرا مہاجرین میں سے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں سمجھایا کہ اقتدار تقسیم ہونے والی چیز نہیں اور ساتھ ہی انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی یاد دلایا کہ ”الائمۃ من قریش“، یعنی امام (امیر) قریش میں سے ہونا چاہیے۔ اس دلیل کے بعد انصار کی جانب سے کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی کیونکہ وہ بھی اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ اس زمانے کے عرب کے حالات میں عرب قبیلے کسی اور کی امارت پر جمع نہیں ہو سکتے، اس لیے حکمرانی کے لیے قریش ہی سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان انہیں سب سے زیادہ عزیز تھا۔

یہ سب سے پہلے ہو جانے کے بعد کہ نبی کا جانشین قریش کے اولین مہاجرین میں سے ہوگا؛ حضرت ابوبکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود لوگوں کے سامنے خلافت کے لیے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے نام پیش کیے اور کہا کہ ان میں سے کسی کو اپنا امیر بنا لیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس موقع پر کھڑے ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے فضائل اور اسلام کے راستے میں ان کی قربانیاں بیان فرمائیں اور کہا کہ ان کی موجودگی میں کسی اور کو خلافت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق نہیں پہنچتا اور آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد اگلے روز مسجد نبوی میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر عام بیعت ہوئی۔ بیعت سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے عام لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: ”مجھے کچھ لوگوں نے خلیفہ بنا دیا ہے، حالانکہ میں آپ لوگوں میں سب سے بہتر آدمی نہیں ہوں، اگر آپ لوگ بھی اس کی تصدیق کریں گے تو میں کام کروں گا بصورت دیگر اپنے میں سے کسی بہتر آدمی کو خلیفہ بنا لیں۔“ تمام لوگوں نے خوشی خوشی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس طرح مسلمانوں کے اہل رائے حضرات کے اتفاق سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت کے دوران مدینہ میں موجود بڑے بڑے صحابہ کرام اور اہل رائے سے اپنے جانشین کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ کی افضلیت اور اہلیت کے سب قائل تھے لیکن بعض لوگوں کو خدشہ تھا کہ حضرت عمرؓ دین کے معاملے میں نہایت سخت ہیں اور ان کے مزاج میں گرمی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں سمجھایا کہ ذمہ داری کا بوجھ انہیں نرم بنا دے گا۔ لہذا سبھی لوگ حضرت عمرؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلوا کر ایک وصیت نامہ لکھوایا جسے ان کے غلام نے مجمع عام میں پڑھ کر سنایا اور سب لوگوں نے اس سے اتفاق کیا۔ اس طرح حضرت عمرؓ کو بالاتفاق مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد سب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے بعد کسی ایک کو اپنا جانشین نامزد کرنے کے بجائے چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی اور ہدایت کی کہ ان کے انتقال کے بعد تین دنوں کے اندر ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ کمیٹی کے چھ ارکان یہ تھے:

- | | |
|----------------------------|--------------------------|
| 1- حضرت عثمان بن عفانؓ | 2- حضرت علی بن ابی طالبؓ |
| 3- حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ | 4- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ |
| 5- حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ | 6- حضرت زبیر بن العوامؓ |

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد انتخاب خلیفہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کو آسان بنانے کے لیے مجلس کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ چھ میں سے تین حضرات اپنے نام واپس لے لیں۔ آخری تین لوگوں نے ان کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے نام واپس لے لیے۔ جب تین نام رہ گئے تو حضرت عبدالرحمانؓ نے اپنا نام بھی واپس لے لیا۔ اب صرف دو نام رہ گئے یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے۔ چونکہ یہ حج کا زمانہ تھا اور مختلف علاقوں کے اہل رائے اور ذمہ دار افراد مدینہ میں موجود تھے۔ حضرت عبدالرحمانؓ نے عام لوگوں میں گھوم پھر کر اور اہل رائے کے مشورے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اکثریت حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بنائے جانے کے حق میں ہے چنانچہ انہوں نے مجمع عام میں حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بنائے جانے کا اعلان کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر سب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ غیر معمولی حالات میں اور اچانک شہید کر دیے گئے۔ مدینے میں شورش زدگی کی صورت حال تھی لہذا ان کی جانب سے جانشین کا انتخاب اور نامزدگی عمل میں نہیں آسکی۔ شورش پسند جن کا کہ مدینے پر قبضہ تھا انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے خلافت قبول کرنے کو کہا لیکن تینوں نے اس سے انکار کر دیا۔ جب تین دنوں تک مدینے کی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو وہاں کے اہل الرائے حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی کیونکہ اس وقت اس منصب کے لیے ان سے بہتر کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ مسجد نبوی میں عام مسلمانوں کی موجودگی میں حضرت علیؓ کی خلافت پر بیعت ہوئی، صرف چند لوگ تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد خلافت کے دعوے دار پیدا ہو گئے۔ کوفہ میں حضرت علیؓ کے حامیوں نے ان کے صاحب زادے حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنا لیا تو شام میں حضرت معاویہؓ کے حامیوں نے ان کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ بعد میں حضرت حسنؓ کی حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت معاویہؓ مسلمانوں کے خلیفہ قرار پائے۔ اس طرح حضرت حسنؓ کی دستبرداری پر خلافت راشدہ یا خلافت علی منہاج النبوة کا خاتمہ ہو گیا۔ نبوت محمدی کے بعد اسلامی تاریخ کا یہ سب سے اہم دور ہے۔ خلافت راشدہ کی کل مدت تیس (30) سال ہے۔

معلومات کی جانچ:

- 1- خلیفہ اول کا انتخاب کس جگہ عمل میں آیا؟
- 2- خلافت راشدہ کی پوری مدت بتائیں۔
- 3- خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے آئندہ خلیفہ کے سلسلے میں جن چھ لوگوں کی کمیٹی بنائی تھی، ان کے نام لکھیں۔

1.6 خلافت راشدہ کا نظم و نسق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسلم معاشرے کے لیے جو سیاسی ڈھانچہ تیار کیا تھا اور جن خطوط پر نو تشکیل اسلامی ریاست کی تنظیم کی تھی، آپ کے بعد آپ کے جانشینوں (خلفاء راشدین) نے انہیں خطوط پر معاشرے اور ریاست کو آگے بڑھایا۔ حالات اور تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے خلفاء راشدین نے انتظامیہ سے متعلق مختلف شعبہ جات اور محکمے قائم کیے۔ خلافت راشدہ کے پورے زمانے میں مرکزی انتظامیہ کا برصغیر پر مشتمل رہی۔ اور باوجودیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا آپ کی تربیت کے نتیجے میں مسلمانوں نے خود ہی سمجھ لیا کہ اسلام کا مزاج شوریٰ ہے۔ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک نے خلافت اسلامی کے شوریٰ مزاج کو باقی اور برقرار رکھا۔

1.6.1 خلیفہ

اسلامی خلافت کے انتظامی ڈھانچے میں خلیفہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاسی جانشین ہونے کی حیثیت سے اسے دنیوی اور سیاسی امور میں مکمل اختیارات حاصل تھے لیکن نبوت کے اختیارات اسے حاصل نہ تھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا کلام اترتا تھا اور وہ معصوم تھے، آپ پر وحی نازل ہونے کا سلسلہ ختم ہو چکا، اس لئے خلفاء کے بہ شمول اب امت

کے کسی اور شخص کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ اسلامی ریاست اور حکومت دونوں کا سربراہ اعلیٰ ہوتا تھا۔ اسے صوبائی گورنروں، محکمہ دار مقامی و صوبائی افسروں کو مقرر کرنے اور معزول کرنے کے مکمل اختیارات حاصل تھے۔ اسی طرح وہ اسلامی فوج کا سپہ سالار اعلیٰ بھی ہوتا تھا۔ اسے انتظامی امور میں قانون سازی کے اختیارات بھی حاصل تھے، لیکن اس کے لیے اسے قرآن و سنت سے استفادہ کرنا، شوریٰ اور علماء و فقہاء کی رائے لینا اور اسلامی اصولوں کے دائرہ میں رہنا ضروری تھا۔ اسی طرح وہ عام لوگوں کے مصالح اور مفادات کے خلاف بھی کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔

1.6.2 شوریٰ

خلافت راشدہ کے تحت اسلامی ریاست میں خلیفہ کے بعد انتظامیہ کا سب سے اہم ادارہ شوریٰ تھا، کیونکہ قرآن و سنت میں جگہ جگہ مسلمانوں کے مشورے سے تمام کام انجام دینے پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا خلافت راشدہ میں خلیفہ اسلام کے لیے ضروری تھا کہ وہ ریاست اور سماج کے تمام معاملات مسلمانوں کے باہمی مشورے سے انجام دے۔ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک نے اس پر پوری طرح عمل کیا۔ خلفاء راشدین میں سے زیادہ تر اکابر صحابہ اور اصحاب بدر وغیرہ شوریٰ کے رکن ہوتے تھے، البتہ فطری طور پر پہلے تینوں خلفاء کے دور میں شوریٰ میں اہل مدینہ کی نمائندگی ہوتی تھی، کیونکہ دار الخلافہ مدینہ تھا۔ اور حضرت علیؑ کے عہد میں کوفہ کے اصحاب رائے کا غلبہ تھا، کیونکہ انھوں نے اسی شہر کو اپنا دار الخلافہ بنایا تھا۔ خلیفہ کو یہ اختیار ہے کہ جن لوگوں کو چاہے اپنی شوریٰ میں رکھے اور غیر معمولی حالات میں وہ شوریٰ کے بعض فیصلوں کو نظر انداز بھی کر سکتا ہے۔

1.6.3 فوج کا محکمہ

یہ محکمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قائم تھا۔ خلفاء راشدین نے اسے مزید ترقی دی۔ اس محکمہ کے تحت فوج کا نظم و نسق ہوتا تھا۔ موقع جنگ پر سپہ سالار کون ہو؟ فوج کی تنظیم کیسی ہو؟ کن لوگوں کو کمان دار یا سالار بنایا جائے؟ مال غنیمت کیسے تقسیم ہو؟ غرض فوج سے متعلق تمام امور و معاملات کی دیکھ بھال اور نگرانی اسی محکمہ کی ذمہ داری تھی۔ مرکز میں خلیفہ اور صوبوں میں گورنر اس محکمہ کے سربراہ ہوتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی الگ سے بھی فوج کے محکمے کا سربراہ مقرر کیا جاتا تھا اور یہ امیر الجند کہلاتا تھا۔

1.6.4 سکریٹریٹ

اسلامی ریاست کی انتظامیہ کا یہ شعبہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قائم ہو چکا تھا۔ آپؐ نے متعدد کاتبوں (سکریٹریوں) سے سرکاری فرمان، خطوط اور معاہدے وغیرہ لکھوائے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں یہ محکمہ زیادہ منظم اور مستحکم ہوا اور خلفاء راشدین نے متعدد لوگوں کو اپنا خاص سکریٹری بنایا، مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں حضرت عثمانؓ ان کے کاتب خاص تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو یہ ذمہ داری دی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں مروان بن حکم ان کے پرائیویٹ سکریٹری تھے۔ حضرت علیؓ حضرت سعید بن حمران اور عبداللہ بن جعفر سے سکریٹری کا کام لیا کرتے تھے۔ خلافت راشدہ میں یہ عہدہ بہت ہی اہمیت کا حامل تھا اور اس شعبے کی موجودگی کے سبب ہی اسلامی سرکاری فرامین، خطوط اور معاہدوں کے متن کو تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں محفوظ کیا جاسکا۔

1.6.5 محکمہ مالیات

مالیات کا محکمہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتح خیبر کے بعد قائم ہو چکا تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ خزرجی اس محکمہ کے پہلے انچارج افسر تھے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں جب اسلامی فتوحات بڑھیں اور مملکت کا دائرہ وسیع ہوا تو مالیات کے محکمے نے بھی بہت زیادہ ترقی کی۔ اس شعبے کے تحت تمام طرح کے محصولات مثلاً مسلمانوں سے زکاۃ و صدقات وغیرہ اور غیر مسلموں اور ذمیوں سے خراج و جزیہ وغیرہ کو وصول کیا جاتا تھا۔ اور ان کی تقسیم وغیرہ کا کام بھی اسی محکمے کے ذمہ تھا۔

1.6.6 ڈاک کا محکمہ

ڈاک کا محکمہ بھی ابتدائی طور پر خلافت راشدہ کے زمانے میں حضرت عمرؓ نے قائم کیا۔ اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ سرکاری فرامین اور خطوط وغیرہ کو صوبائی گورنروں اور دیگر افسران تک پہنچایا جائے اور ان کے جوابات حاصل کیے جائیں۔ اس کام کے لیے مختلف مقامات تک جانے والی سڑکوں پر چوکیاں قائم تھیں جہاں ہر وقت تازہ دم گھوڑے اور کارکن موجود رہتے تھے اور کوئی بھی خط یا فرمان ملتے ہی اسے دوسری چوکی تک پہنچا دیتے تھے۔ اس طرح کم مدت میں خطوط اور فرامین متعلقہ حکام تک پہنچ جاتے تھے۔

1.6.7 بیت المال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بھی زکاۃ و صدقات اور خراج کی صورت میں جو بھی مال آتا تھا فوراً ضرورت مندوں اور مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتوحات کی کثرت کی وجہ سے مال غنیمت، خراج اور صدقات وغیرہ کی آمدنی میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ لہذا حضرت عمرؓ نے ضرورت مندوں اور مستحقین میں مال کو تقسیم کرنے کے بعد اضافی مال کو محفوظ کرنے کے لیے بیت المال کی باضابطہ عمارت تعمیر کرائی۔ یہ محکمہ مال کی آمد و خرچ کا حساب رکھنے کے علاوہ اس پر بھی نظر رکھتا تھا کہ خلیفہ وقت مال کو اصول و ضابطے کے مطابق خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ اس کی نگرانی کے لیے افسر بیت المال کا تقرر ہوتا تھا۔

1.6.8 محکمہ عدالت

خلافت راشدہ کے زمانے میں خلیفہ ہی قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہوا کرتا تھا۔ لیکن حدود مملکت بڑھ جانے کی وجہ سے وہ تمام مقدمات کی سماعت اور فیصلے خود نہیں کر سکتا تھا اس لیے مملکت کے مختلف شہروں میں باصلاحیت لوگوں کو قاضی مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ محکمہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قائم تھا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی حضرت عمرؓ مدینہ کے قاضی تھے اور مقدمات کے فیصلے آپ کی موجودگی میں کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی یہ عہدہ انہیں کے پاس رہا۔ خود ان کی خلافت میں حضرت علیؓ مدینہ کے قاضی تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ کے قاضی تھے اور حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں قاضی شریح کو کوفہ کا قاضی برقرار رکھا جو حضرت عمرؓ کے زمانے سے وہاں اس عہدے پر کام کر رہے تھے۔ عدالت کا محکمہ مرکز سے دور کے شہروں اور علاقوں کے لیے زیادہ اہم تھا۔

1.6.9 پولس اور جیل کے محکمے

یہ دونوں محکمے خلافت راشدہ میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں وجود میں آئے۔ پولس کے محکمے کا نام احداث تھا اور اس کا افسر اعلیٰ صاحب الاحداث کہلاتا تھا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں اس محکمے کو مزید ترقی دی گئی اور اس کا نیا نام ”شرط“ قرار پایا جو اب تک عرب دنیا میں رائج ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی اسلامی دنیا میں پہلی جیل قائم ہوئی۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت صفوان بن امیہؓ کے مکان کو خرید کر پہلا جیل خانہ بنایا۔ بعد میں دیگر مقامات خاص طور پر صوبائی دارالحکومتوں میں بھی جیل خانے تعمیر کیے گئے۔

1.6.10 بعض دیگر محکمے

ان بڑے اور اہم محکموں کے علاوہ خلافت راشدہ کے زمانے میں بعض دیگر محکمے بھی وجود میں آئے مثلاً احتساب کا محکمہ جس کی ذمہ داری عمال کی کارکردگی کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے اخلاق اور دینی حالات پر نظر رکھنی ہوتی تھی۔ مملکت میں ذمیوں کے حالات پر نظر رکھنے اور ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک الگ محکمہ قائم تھا اور اس کا ایک الگ افسر مقرر ہوتا تھا۔ اسی طرح آب پاشی کا محکمہ بھی قائم تھا اور بازار پر نظر رکھنے اور قیمتوں وغیرہ کی نگرانی کے لیے ایک الگ محکمہ قائم تھا۔

مرکز کی طرز پر یہ سبھی محکمے صوبوں میں بھی قائم کیے جاتے تھے اور ان کی نگرانی کے لیے افسروں کا تقرر گورنر کرتا تھا۔

معلومات کی جانچ

- 1- حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کون صحابی مدینہ کے قاضی تھے؟
- 2- حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پولس کے افسر اعلیٰ کو کیا کہتے تھے؟
- 3- ڈاک کا محکمہ کس خلیفہ نے قائم کیا؟
- 4- حضرت عمرؓ نے کون کون سے نئے محکمے قائم کئے؟

1.7 خلافت راشدہ کا معاشرہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں جس اسلامی معاشرے کی تشکیل کی تھی وہ بنیادی طور پر ایک عرب معاشرہ تھا۔ عربوں کے علاوہ عرب علاقوں میں سکونت پذیر کچھ یہودی، عیسائی اور مجوسی قبائل بھی تھے جو دیگر مذاہب سے متعلق ہونے کے باوجود وسیع تر اسلامی معاشرے کا حصہ تھے۔ خلافت راشدہ کے دوران جب فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا تو بڑے پیمانے پر غیر عرب علاقے بھی اسلامی ریاست کا حصہ بنے۔ ان میں ایرانی، مجوسی، ترکی، قبلی، بربر اور بودھ مذہبی روایات کے ماننے والے آباد تھے۔ لہذا اب یہ بھی اسلامی معاشرے کا حصہ بن گئے۔ گوان کی ایک تعداد نے اسلام قبول کر لیا البتہ بڑی تعداد ذمی بن کر رہی۔ ان نسلی و مذہبی طبقات کے علاوہ مختلف زبانیں بھی اسلامی معاشرے کا حصہ بنیں اور انہوں نے اس کی رنگارنگی میں اضافہ کیا، خاص طور پر فارسی، پہلوی، ترکی، سیریائی، قبلی اور عبرانی زبانوں کا رول اس میں بہت اہم رہا۔

ایک طرف اسلامی معاشرہ روز افزوں وسعت و ترقی پذیر تھا تو دوسری طرف اس کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام جو نبوی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے اور اکثریت میں تھے وہ رفتہ رفتہ اقلیت میں آگئے۔ اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اکابر صحابہ کی تعداد میں بھی کمی آتی گئی اور ان کی جگہ اصغر (نوعمر) صحابہ اور تابعین نے لے لی۔ بڑے پیمانے پر ہونے والی فتوحات کے نتیجے میں وہ لوگ بھی اسلامی ریاست اور معاشرے کا حصہ بن رہے تھے جن کی اسلامی تربیت نہیں ہوئی تھی یا بہت کم ہوئی تھی؛ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام کے مقابلے میں غیر اسلامی روایات اور اپنے سابقہ مذہبی ورثے سے زیادہ متاثر تھے۔ عراق، شام، مصر اور ایران کے علاقوں میں ایسے لوگ بہت بڑی تعداد میں موجود تھے۔ اسی طرح خلافت راشدہ کے دوران عہد نبوی کی مہاجرین و انصار کی تقسیم بھی اب اپنی معنویت کھوتی جا رہی تھی اور ان کی جگہ دوسری شناختیں لے رہی تھیں۔

غیر اسلامی یا کم تربیت یافتہ اسلامی عناصر کی بڑے پیمانے پر اسلامی معاشرے میں شمولیت کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کا معاشرہ غالب خیر پر مبنی معاشرہ تھا اور یہ اس کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ اختلافات کے باوجود خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرے میں گروہی تعصبات اور علاقائیت پرستی کو کبھی بھی رسوخ حاصل نہیں ہوا۔ اس میں خیر ہمیشہ غالب رہا اور شرنے اگر کبھی سراٹھا یا تو وہ وقتی اور عارضی تھا، جیسے ہی اس کا تذکرہ ہوا اسلامی معاشرے میں پھر سے حق کا بول بالا ہو گیا۔ خلافت راشدہ میں سماجی مساوات اور برابری معاشرہ کی روح تھی۔ صرف مسجد میں ہی نہیں معاشرے میں بھی بطور مسلمان سب کو یکساں حقوق اور مراعات حاصل تھیں۔ نسل، علاقے، قوم اور زبان کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں برتا جاتا تھا۔ سیاسی مناصب ہوں، فوجی عہدے ہوں یا دینی امور کی انجام دہی، یہ ذمہ داریاں انہیں افراد کو دی جاتی تھیں جو اس کے اہل ہوتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت کے مخصوص سماجی و سیاسی حالات میں قریش اور عرب کے بعض دوسرے طبقات اپنی صلاحیتوں کے سبب ان مناصب پر سب سے زیادہ فائز ہوئے، اور اس طرح خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرہ میں قریش کا انتظامی ذمہ داریوں میں غلبہ تھا، لیکن یہ کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ صلاحیتوں اور خدمات کی بنیاد پر تھا۔

آزاد لوگوں کے علاوہ غلام، آزاد کردہ غلام (موالی) عجمی نژاد مسلمان بھی خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرہ کا اہم حصہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے طبقہ کو جو درجہ اور مرتبہ اسلامی معاشرہ میں دیا تھا، خلافت راشدہ میں بھی وہ مرتبہ انہیں حاصل رہا۔ یہ لوگ اپنے مخصوص احوال کے سبب سیاسی و فوجی مناصب تو نہیں حاصل کر سکتے تھے لیکن علوم و فنون کے میدانوں میں انہیں ترقی کرنے کے سہارے مواقع حاصل تھے، چنانچہ اسلامی علوم کو پروان چڑھانے اور اس دور کے تہذیب و تمدن کی تشکیل میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کے سبب اہم رول ادا کیا، اور بہت سارے میدانوں میں آزاد عربوں سے آگے بڑھ گئے۔ اسی طرح خواتین کے طبقہ کو بھی خلافت راشدہ میں وہ تمام حقوق حاصل تھے جو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حاصل تھے۔ خواتین نے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ازواج مطہرات، دیگر صحابیات اور ان کی تربیت یافتہ تابعات نے اپنی صلاحیتوں اور خدمات سے اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔ علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ان کی شاگرد عمرہ بنت عبد الرحمن وغیرہا خواتین کا جو کردار رہا ہے وہ ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔ اس طرح دیکھا جائے تو خلافت راشدہ کا اسلامی معاشرہ ایک طرح سے عہد نبوی کے اسلامی معاشرے کی توسیع تھا اور اس میں نبوی معاشرے کی خصوصیات بحیثیت مجموعی موجود اور غالب تھیں۔

معلومات کی جانچ

- 1- خلافت راشدہ کے معاشرے کی سب سے بڑی خصوصیت کیا تھی؟
- 2- خلافت راشدہ کے معاشرہ میں غلاموں کو کیا مقام حاصل تھا؟
- 3- معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں خواتین کا کیا رول تھا؟

1.8 خلافت راشدہ کی خصوصیات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام صرف عرب دنیا کے اندر پھیلا تھا۔ خلافت راشدہ کے دوران اسلامی حکومت کی سرحدیں عرب دنیا سے بہت آگے تک پھیل گئیں، اس نے بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لی اور ایک عالمی طاقت کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ خلافت راشدہ کے تیس برس کے دورانیے میں اسلامی سماج نے جو طرفہ تعمیر و ترقی کے مراحل طے کیے۔ ایک طرف اسلامی ریاست کی سرحدیں وسیع ہوئیں تو دوسری طرف دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اسلام جس پیغام کا علم بردار ہے وہ صرف عرب کے بدوی سماج کے لیے ہی مناسب و موزوں نہیں بلکہ اس کی بنیاد پر دنیا میں کہیں بھی جدید ترین تہذیب و تمدن کی تشکیل ہو سکتی ہے۔ ذیل میں خلافت راشدہ کی کچھ خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:-

1.8.1 اسلامی جمہوری حکومت

ایک ایسے دور میں جب کہ دنیا کے ہر علاقے اور خطے میں خاندانی اور جبری بادشاہتیں قائم تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے زیر سایہ عرب کے بدو سماج میں ایک ایسی تہذیب اور تمدن کی بنیادیں استوار کیں جس میں عوام و خواص یکساں طور پر شامل تھے۔ انہوں نے اپنے بعد ایک ایسا معاشرہ چھوڑا جس کے افراد کو یہ معلوم تھا کہ اسلام کا مزاج ملکیت و بادشاہت نہیں بلکہ جمہوریت کا تقاضا کرتا ہے:

”خلافت راشدہ میں جو سیاسی نظام قائم تھا اگرچہ وہ جمہوریت کی ٹھیک مغربی اصطلاح کے مطابق جمہوری نظام نہ تھا کیونکہ اس میں حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل نہ تھا لیکن اپنی روح کے لحاظ سے وہ ہر دور کی جمہوریت کے مقابلے میں زیادہ جمہوری تھا۔ حتیٰ کہ جدید مغربی اور اشتراکی حکومتوں کے مقابلے میں بھی زیادہ جمہوری تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نظام میں حاکمیت صرف اللہ کو حاصل تھی۔ اللہ اور رسول کے بعد عوام کو سارے حقوق حاصل تھے اور وہ قرآن و سنت کے مقرر کردہ رہنما اصولوں کے دائرے میں مکمل طور پر بالادستی رکھتے تھے۔ اللہ کی اس حاکمیت نے خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرے کو نہ صرف ان مظالم اور نا انصافیوں سے نجات دلادی تھی جو شخصی اور استبدادی حکومتوں کا لازمی نتیجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اس قسم کے مظالم، بے انصافیوں اور گمراہیوں سے بھی نجات دلائی جو جدید دور میں عوام کی حاکمیت کے نام پر عام ہیں اور جن کی وجہ سے نہ صرف دوسری قوموں کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ خود اپنی قوم بھی نقصان اٹھاتی ہے۔“

(ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، جلد اول، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، 2003ء، ص 115)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اسلامی معاشرے میں ہر سطح پر جمہوریت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک نے خود کو عوام کے سامنے جواب دہ بنایا اور انہوں نے اسلامی سماج کے اندر جمہوریت کی روح کو جاری و ساری رکھنے کے لیے لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرے میں ہمیں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں جب جمہوریت کی روح کے تقاضوں کے مطابق عام لوگوں کے مجموعوں میں لوگوں نے خلفاء تک سے جواب طلب کیے اور خلفاء نے بھی ان پر چین بہ چین ہونے کے بجائے خندہ پیشانی کے ساتھ ان کی بات سنی اور جواب سے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

1.8.2 بین الاقوامی حکومت اور عالمی طاقت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکومت اور معاشرہ اپنے زمانے میں تشکیل دیا تھا وہ جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں تک محدود تھا۔ خلافت راشدہ کے دوران اسلامی حکومت اور سماج دونوں نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی۔ اس زمانے میں مسلمانوں کو بڑے پیمانے پر فتوحات حاصل ہوئیں۔ شام، مصر اور ایران وغیرہ کے علاقے اسلامی حکومت کا نہ صرف یہ کہ حصہ بنے بلکہ بہت سارے مسلمانوں نے ان علاقوں میں بود و باش اختیار کر لی اور بڑی تعداد میں مقامی لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسی کے ساتھ خلافت راشدہ کے دوران جب مسلمانوں نے شام اور ایران جیسی بڑی طاقتوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو پہلی مرتبہ اسلامی حکومت کو عالمی طاقت کی حیثیت بھی حاصل ہوئی اور جو بعد کے ادوار میں بھی صدیوں برقرار رہی۔

1.8.3 حکومت کا شورائی انداز

خلافت راشدہ کے دوران مسلم سماج میں جو نظام پروان چڑھا وہ پورے طور پر شورائی تھا۔ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک کی شورائی تھی جس سے کہ وہ تمام طرح کے ملکی و انتظامی امور و معاملات میں مشورہ لیتے تھے۔ شورائی ان لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس وقت کے اصحاب رائے اور بزرگ صحابہ کرام تھے۔ خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی عام لوگوں پر اپنی رائے تھوپنے کی کوشش کی بلکہ ان لوگوں نے عوام کو رائے کے اظہار کی پوری پوری آزادی دی، چنانچہ حضرت عمر کا قول مشہور ہے: "لا خلافة الا عن المشورة" (مشورے کے بغیر خلافت کا کوئی تصور نہیں)۔ حضرت عمر کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا مسجد میں لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے مسئلے کو پیش کر کے اس پر لوگوں کی رائے طلب کرتے۔ کئی بار ایسا بھی ہوتا کہ کسی مسئلے پر بحث طول پکڑ لیتی اور کئی دنوں تک جاری رہتی۔

1.8.4 قانون کی بالادستی

خلافت راشدہ کی ایک اہم اور بڑی خوبی قانون کی بالادستی تھی یعنی قانون کی نظر میں سب لوگ نہ صرف یہ کہ یکساں تھے بلکہ قانون لوگوں کے تمام طرح کے حقوق کی حفاظت بھی کرتا تھا۔ پوری اسلامی ریاست میں عدالتیں قائم تھیں اور ان میں قاضی مقرر تھے جن کے سامنے لوگ اپنے مقدمات کو پیش کرتے تھے اور یہ قاضی کسی دباؤ کے بغیر آزادی کے ساتھ فیصلے کرتے تھے، یہاں تک کہ خلیفہ اور گورنروں کے خلاف بھی مقدمات کی سماعت کی اجازت انہیں حاصل ہوتی تھی۔ خلافت راشدہ کے دوران قانون کی بالادستی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں ایک خارجی کو پکڑ کر لایا گیا جو برسراعام کہہ رہا تھا کہ میں علیؑ کو قتل

کردوں گا۔ حضرت علیؑ نے یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا کہ اس کی مخالفت صرف زبانی ہے عملاً اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے اسے سزا دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو حکم دے رکھا تھا کہ حج کے دنوں میں مکہ میں حاضر رہا کریں تاکہ لوگوں کو ان کے خلاف اگر کوئی شکایت ہو تو اس کا ازالہ کیا جاسکے۔ واضح رہے کہ حج کے دنوں میں پوری اسلامی مملکت سے لوگ حج کے لیے مکہ پہنچتے تھے لہذا اس موقع پر ان کے لیے اپنی شکایتیں خلیفہ وقت تک پہنچانا آسان ہوتا تھا۔

1.8.5 معاشی عدل

خلافت راشدہ کی ایک اور خوبی معاشی عدل و انصاف تھا، کیونکہ معاشی عدل کے بغیر کوئی بھی معاشرہ تعمیر و ترقی کی منزلیں نہیں طے کر سکتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے پورے زمانے میں حکومت کی آمدنی کو سماج کے مختلف طبقات میں اور رفاہی کاموں میں صرف کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں وظائف کا جو نظام شروع ہوا وہ ایک حقیقی رفاہی مملکت کے قیام کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وظائف کا یہ نظام خلافت راشدہ کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک جاری رہا۔ خلافت راشدہ کے دوران اسلامی حکومت کی آمدنی کے پانچ بڑے ذرائع تھے:

- 1- زمینوں کا خراج۔
- 2- جزیہ (یہ دونوں ٹیکس غیر مسلموں سے لیے جاتے تھے)۔
- 3- عشر (ایک طرح کا زرعی ٹیکس)۔
- 4- زکاۃ (یہ دونوں ٹیکس مسلمانوں سے لیے جاتے تھے)۔
- 5- مال غنیمت (چونکہ اس زمانے میں بڑے پیمانے پر فتوحات ہوئیں اس لیے مال غنیمت بھی سرکاری آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ تھا، واضح رہے کہ مال غنیمت کا صرف پانچواں حصہ ہی سرکاری بیت المال میں جاتا تھا، چار حصے فوجیوں میں تقسیم کر دیے جاتے تھے)۔
- 6- کنوز و معادن (یعنی زمین سے نکلنے والی کانیں اور دھنیں، اگر یہ کسی شخصی زمین میں سے بھی نکلتے تو اس کا 20% بیت المال کا حق ہوتا)۔

مذکورہ ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اس سے پہلے مقامی ضروریات پوری کی جاتی تھیں اور جو رقم بچ رہتی تھی اسے سال کے آخر میں مرکزی بیت المال میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں بیت المال قوم کی امانت ہوتا تھا۔ خلفاء اور حکام اس کے نگران اور ذمہ دار ہوتے تھے۔ اور اس کی آمدنی کو اپنے اوپر خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی تنخواہیں مقرر ہوتی تھیں جن سے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ ضرورت مندوں اور محتاجوں کی کفالت حکومت کی ذمہ داری تھی۔ غیر مسلم رعایا میں بھی جو لوگ کسی وجہ سے اپنے اخراجات پورے کرنے کے اہل نہیں تھے ان کی کفالت بیت المال (سرکاری خزانے) سے کی جاتی تھی۔

خلافت راشدہ کے اسلامی معاشرے میں سماجی برابری کا دور دورہ تھا۔ رنگ، نسل، علاقے، قومیت اور زبان کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان کسی طرح کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ سماج میں رہنے والے تمام مسلمانوں کو یکساں اور برابر کے سماجی، معاشی، سیاسی اور دینی حقوق حاصل تھے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کا درجہ برابر تھا۔ مسجد اور معاشرے میں ہر جگہ ان کو یکساں مقام حاصل ہوتا تھا۔ ہر مسلمان کو سماج میں رہتے ہوئے کام کرنے اور ترقی کرنے کے یکساں مواقع حاصل تھے اور اس میں کسی کے ساتھ کسی طرح کا کوئی تعصب نہیں برتا جاتا تھا۔

معلومات کی جانچ

- 1- خلافت راشدہ کے دوران اسلامی حکومت کی آمدنی کے بڑے ذرائع کون سے تھے؟
- 2- خلافت راشدہ میں شوری کن لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی؟
- 3- خلافت راشدہ کے زمانہ میں محتاجوں کی کفالت کون کرتا تھا؟

1.9 خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خلافت نام ہے نیابت اور جانشینی کا۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی نیابت اور جانشینی کی ان کو ہم خلفاء راشدین کے نام سے جانتے ہیں اور ان کے زمانہ خلافت کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔ خلفاء راشدین چار ہیں (حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ) اور خلافت راشدہ کا زمانہ تیس برس پر محیط ہے۔ اس دوران اسلامی معاشرہ عرب کے علاقے سے نکل کر غیر عرب علاقوں تک پھیل گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ ریاست کے حدود ایشیا اور افریقہ کے بڑے علاقوں تک وسیع ہو گئے۔ خلفاء راشدین نے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق انتظام حکومت و ریاست میں مختلف طرح کی اصلاحات کیں۔ انتظامیہ کو زیادہ بہتر اور موثر بنانے کے لیے اس کے مختلف شعبے اور محکمے بنائے۔ معاشرے کی تعمیر و ترقی اور خوش حالی کے لیے اقدامات کیے۔ تعلیم کے مراکز قائم کیے اور سماج کے ہر طبقہ میں تعلیم کو عام کیا۔ وظائف کا مثالی نظام جاری کیا۔ حکومت کو لوگوں کے سامنے جواب دہ بنایا۔ مشورے اور شوراہت کے نظام کو یقینی بنایا۔ قانون سب کے لیے یکساں تھا اور سب پر یکساں طور پر لاگو بھی ہوتا تھا۔ نظام حکومت جمہوری اور شورائی تھا۔ غرض خلافت راشدہ ایک مثالی طرز حکومت تھا۔ اس زمانے کا معاشرہ خیر کا معاشرہ تھا جس میں نیکی اور بھلائی کا ہر طرف چرچا تھا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ مثالی معاشرے کی توسیع تھی۔

1.10 نمونے کے امتحانی سوالات

درج ذیل سوالوں کے جواب تیس تیس سطروں میں لکھیں۔

- 1- خلافت راشدہ کے ارتقاء سے بحث کریں۔
- 2- خلافت راشدہ کا اسلامی معاشرہ کیسا تھا؟
- 3- خلافت راشدہ کی خصوصیات بیان کریں

درج ذیل سوالوں کے جواب پندرہ پندرہ سطروں میں لکھیں۔

- 1- خلافت کا معنی و مفہوم بیان کریں۔
- 2- خلافت کے دائرہ اختیار کا ذکر کریں۔
- 3- خلافت راشدہ کی انتظامیہ کے دو یا تین محکموں پر نوٹ لکھیں۔
- 4- خلافت راشدہ کی کوئی دو خصوصیتیں تفصیل سے لکھیں۔

1.11 سفارش کردہ کتابیں

- | | |
|-------------------------|---|
| حاجی معین الدین ندوی | 1- خلفاء راشدین |
| پروفیسر یسین مظہر صدیقی | 2- تاریخ تہذیب اسلامی (حصہ دوم) |
| علامہ شبلی نعمانی | 3- الفاروق |
| غلام رسول مہر | 4- مختصر تاریخ اسلام |
| ثروت صولت | 5- ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ (جلد اول) |

-:oOo:-